شذرات

ایک مسلمان ملک کی سب سے بڑی قوت یہ ہوتی ہے کہ جہاں اس کی حکومت کو دوسرے طبقوں کا تعاون حاصل ہو، وہاں حضرات علماء بھی اس کی پشت و پناہ ہوں، اور ان کا تعاون اسے ملے واقعہ یہ ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں یہاں تک کہ ہمارے اس دور میں بھی، جب کہ ہر طرف سے یہ شکایت سنی جاتی ہے کہ لوگ مذہب سے دور ہو گئے ہیں، عوام مسلمانوں میں اسلام ایک بڑی فعال اور موثر طاقت رہا ہے اور اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ اس صدی کے اندر مسلمان قوموں میں اجنبی حکومتوں کے خلاف جو بھی تحریکیں اٹھیں ان میں سب سے زیادہ کام مذہبی جذبے اور مذہبی اپیل سے لیا گیا۔ یہاں تک کہ بعض ملکوں میں تو مذہبی تحریکیں ہی دراصل آزادی کی تحریکیں تھیں۔

ترکی میں ۱۹۲۳ء سے سیکولر حکومت ہے۔ اور اتاترک اور اس کے جانشینوں نے ترکوں کو ذہناً و عملاً سیکولر بنانے میں اپنی طرف سے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی لیکن کچھ سالوں سے ترکوں کو فریضۂ حج ادا کرنے کی جو آسانیاں دی گئی ہیں اس کے بعد وہ جس کثیر تعداد میں حج کے لئے آرہے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ترکوں کے ہاں اب بھی مذہب کا بڑا اثر ہے۔

مسلمان عوام کو خواہ وہ کسی بھی مسلمان ملک کے ہوں، اسلام سے غیر معمولی وابستگی اور شیفتگی ہے۔ اور انفرادی طور پر خواہ ان میں کتنی بھی کوتاہیاں ہوں لیکن اجتماعی لحاظ سے جب وہ کوئی اقدام کرتے یا حرکت میں آتے ہیں تو ان کے ہاں اسلام ہی سب سے بڑی محرک قوت ہوتی ہے بے شک ۱۹۲۰ء کے بعد سے مسلمان ملکوں میں قومیت اور وطنیت کے جذبات ابھر رہے ہیں اور بعض ملکوں میں یہ جذبات کافی شدید بھی ہیں لیکن اسکے باوجود جہاں تک ان ملکوں کے عوام کا تعلق ہے ان میں اسلامیت اور قومیت کچھ اس طرح ملی جلی ہے کہ ان دونوں کے درمیان خطِ فصل کھینچنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے مثال کے طور پر ایک عام ترک یہ تصور نہیں کر سکتا کہ ترکیت اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں اسی طرح جیسے جیسے عرب قومیت عرب عوام میں جا رہی ہے اس میں اسلامیت زیادہ آتی جاتی ہے۔ جہاں تک ہمارے ملک پاکستان کا تعلق ہے اس کا تو مطالبہ ہی اسلام کے

تم سے ہوا۔ اسلام ہی اس کے حصول کی جدوجہد میں سب سے فعال عنصر رہا۔ اور آج ملک اسلامی جمہوریہ ہے۔ اور اس کی قومیت کا روحانی و فکری اساس اسلام ہے۔

غرض مسلمانوں میں بحیثیت مجموعی اسلام سب سے بڑی حرکت آفریں اور موثر قوت ہے اور اسی کی وجہ سے یقیناً وہ حضرات علماء جو پنج وقتہ نمازوں میں امام بنتے، نماز جمعہ میں خطبہ دیتے، دینی علوم پڑھاتے اور ان کے حامل و محافظ ہیں۔ مسلمان عوام و خواص میں ان کا اپنا ایک خاص مقام ہے۔ بالعموم ان کی بڑی عزت کی جاتی ہے، اور اکثر مسائل میں عوام انہی کی طرف رجوع کرتے اور ان سے رہنمائی چاہتے ہیں۔

اب اگر ایک مسلمان ملک کی اسلامی حکومت کو حضرات علماء کا بالجملہ تعاون ملے دونوں میں باہم بیگانگی یا بعد اور غلط فہمیاں نہ ہوں۔ ملکی و قومی معاملات میں ایک فریق دوسرے کو اپنا دست و بازو سمجھے اور بحیثیت مجموعی دونوں میں باہم اعتماد ہو، تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ حکومت کتنی مضبوط ہوگی اور اپنے عوام تک پہنچنے اور ان تک اپنا نقطۂ نظر پہنچانے کیلئے کتنی آسانیاں ہوں گی۔

ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ عرصے سے حکومت پاکستان اور حضرات علماء کے ایک بڑے طبقے کے درمیان کچھ اس طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں کہ ان دونوں میں بعد پیدا ہو گیا ہے اور باہم تعاون اور ایک دوسرے پر اعتماد کی راہیں بتدریج مسدود ہوتی جا رہی ہیں۔ ہمارے نزدیک نہ یہ حضرات علماء کے حق میں اچھا ہے، اور نہ آگے چل کر حکومت کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ غلط فہمیاں اور بعد دور ہو، اور حکومت اور حضرات علماء ایک دوسرے کے قریب آئیں۔

برصغیر پاک و ہند میں برطانوی عہد حکومت کے دوران مسجد و منبر، مسند وعظ و ارشاد، اور دینی عربی مدارس حکومت کے اثر و نفوذ سے کلیتہً آزاد رہے اور دیار کے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ ایک بہت بڑی نعمت تھی۔ اس کی بدولت باوجود یہاں کے مسلمانوں کی ڈیڑھ سو سال کی محکومی کے اسلام آزاد رہا اور اجنبی غیر مسلم حکومت اس پر براہ راست زیادہ اثر انداز نہ ہو سکی، اگرچہ بالواسطہ اسے نقصان پہنچانے میں کوششیں برابر ہوا کیں۔ مساجد دینی مدارس اور مجالس وعظ و ارشاد کا حکومت کی ہر قسم کی دخل اندازی سے محفوظ رہنا اس دور میں بہت ضروری تھا۔ کیونکہ یہ حکومت باہر سے آئے ہوئے ایسے لوگوں کی تھی، جنہیں اس ملک سے کوئی ہمدردی نہ تھی، اور پھر وہ عیسائی تھے اور اسلام اور مسلمانوں سے انہیں مذہبی منافرت اور تاریخی کد تھی۔ وہ علمائے کرام جو اجنبی غیر مسلم حکومت کے عہد میں مساجد اور

مدارس دینی کی آزادی اور انہیں حکومت وقت کی ہر طرح کی دخل اندازی سے مامون رکھنے کے لئے [illegible] رہے۔ ہمارے دلی احترام کے مستحق ہیں۔ اور انکے اس احسان کو امت ہمیشہ یاد رکھے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ان کوششوں سے اس برصغیر میں اسلام کو بچایا اور اس کے شاندار مستقبل کی راہ ہموار کی۔

ایک اجنبی غیر مسلم حکومت کے دور میں تو یہ بہت ٹھیک اور بے حد ضروری تھا کہ ہماری مساجد اور ہمارے دینی مدارس اس حکومت کے اثر سے آزاد رہتے۔ لیکن اب وہ صورت نہیں رہی۔ باوجود ایک ہزار ایک انتظامی خرابی کے جس کی ہر شخص شکایت کرتا ہے یہ ہماری اپنی قومی اور اسلامی حکومت ہے اور اسے پہلے کی اجنبی اور غیر مسلم حکومت کی سطح پر رکھ کر اس کو اس امر کا مجاز قرار نہ دینا کہ وہ مسلمانوں کے عام دینی معاملات میں رائے دے اور ان میں دلچسپی لے ایک حقیقت سے بعید بات ہوگی آج سے پہلے نہ کبھی مسلمان حکومتوں کے ہاں یہ ہوا اور نہ آیندہ یہ ہو سکے گا۔ مسجد و منبر، مسند وعظ و ارشاد اور مدارس دینی جس طرح دور برطانوی میں ہمارے ہاں آزاد رہے نہ اس دور سے پہلے کبھی یہ اس طرح آزاد تھے اور نہ آج بھی دوسرے مسلمان ملکوں میں وہ یوں آزاد ہیں۔

ترکی میں اتاترک سے پہلے وزارت اوقاف تھی۔ جو تمام مساجد اور مدارس کی نگران اعلیٰ تھی اتاترک نے اس کی پوری ہیئت بدل دی، اور ائمہ خطبا، وعاظ اور مدرسین دینی کو ایک خاص محکمہ سے متعلق کر دیا، جس کی پالیسی حکومت بناتی تھی۔ مصر میں معلوم نہیں کب سے مساجد کا انتظام وزارت اوقاف کے سپرد ہے اور نہ صرف ائمہ اور خطبا اس کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ بلکہ جمعہ کے خطبوں کے لئے ایک عمومی رہنمائی بھی وزارت اوقاف دیتی ہے۔ جامعہ ازہر قاہرہ جس میں ہزارہا ہزار طالب علم ہیں باوجود ایک خود مختار ادارہ ہونے کے حکومت مصر کی نگرانی میں ہے اور شیخ الازہر کا تقرر اسی کی صوابدید سے ہوتا ہے۔ یہی صورت حال دوسرے مسلم ملکوں میں ہے۔ ہمارے خیال میں شاید ہی کوئی مسلمان ملک ہوگا جہاں مسجد و منبر، مسند وعظ و ارشاد اور مدارس دینی کو اس طرح کی آزادی ہو، جیسی ہمارے ہاں پاکستان میں ہے سچ پوچھئے تو یہ آزادی نہیں، انارکی اور نراج ہے جس کے فوائد بہت کم اور نقصانات بہت زیادہ ہیں۔

[illegible]